مولوی محمد ذکاء اللہ دہلوی

(حالاتِ زندگی)

مولوی محمد ذکاء اللہ ۱۸۳۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق افغانستان کے شہر غزنی سے تھا۔ جہاں سے وہ ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قیام کے بعد دہلی جا کر مستقل سکونت اختیار کی۔ جہاں آپ کے دادا ایک مغل شہزادے کے اتالیق مقرر ہوئے تھے۔

مولوی ذکاء اللہ بچپن ہی سے نہایت قابل اور ذہین تھے۔ چھ سال کی عمر میں اپنے دادا مولوی محمد بقا اللہ سے ''گلستان سعدی'' پڑھنا شروع کی۔ بارہ سال کی عمر میں قدیم دہلی کالج میں داخلہ لیا۔ اپنی قابلیت کے باعث متعدد بار کالج میں نقد انعامات اور وظیفہ حاصل کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسی کالج میں ریاضی کے استاد تعینات ہوئے۔ پھر بلند شہر کے ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۲ء میں میور سنٹرل کالج الہ آباد میں عربی اور فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۲۶ برس ملازمت کرنے کے بعد ریٹائر ہوئے۔

تعلیم نسواں کی خدمات کے صلے میں حکومت سے خلعت پایا۔ علمی اور تاریخی خدمات کی وجہ سے پندرہ سو روپے انعام ''خان بہادر'' اور ''شمس العلماء'' کے خطاب ملے۔ عربی، فارسی اور علم ریاضی کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ادب، طبیعات، کیمیا اور سیاسیات میں بھی ماہر کی حیثیت رکھتے تھے۔

مولوی ذکاء اللہ کثیر التصانیف تھے۔ انھوں نے پہلی کتاب ہندوستانی کھیلوں سے متعلق تحریر کی۔ جبکہ دیگر تصانیف میں حساب، تاریخ ہند، یورپین تہذیب، طبعی علوم، تاریخ، جغرافیہ اور انگریزی سے اُردو میں تراجم کے علاوہ دیگر موضوعات پر مضامین اور مقالات اس زمانے کے مختلف اخبارات و رسائل میں چھپتے رہے۔ آپ کا انتقال ۷ نومبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں ہوا۔

نئی دہلی کی ایک تعمیر

(محمد ذکاء اللہ دہلوی)

مقاصدِ تدریس

- طلبہ کو دہلی کی معاشرتی، ثقافتی زندگی کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو مولوی ذکاء اللہ کے طرزِ تحریر سے واقفیت دلانا۔
- اُردو ادب میں مولوی ذکاء اللہ کے مقام سے آشنا کرنا۔

الفاظ و تراکیب

اہتمام	طاقچوں	حسانت	فیض رسانی	دایہ گری	گدڑی
علت	نعمت عظمیٰ	قلعہ معلّیٰ	استوائی	خُلد مکانی	معابد

حضرت عُلیا ملکہ معظمہ خُلد مکانی کی یادگار بنانے کے لیے دہلی والوں نے ڈیڑھ لاکھ روپے چندے میں دیئے تھے اور یہ تجویز کی تھی کہ اس روپے سے زنانہ ہوسپٹل بنایا جائے۔ جس میں ہندوستانی عورتوں کو دایہ گری کا کام سکھایا جائے اور پردہ نشین عورتوں کا علاج اس طرح کیا جائے کہ وہ پردہ کے اندر اچھی طرح رہیں۔ اس کا نام وکٹوریا زنانہ ہوسپٹل رکھا جائے۔ اس چندے کی فراہمی کا اہتمام جناب فیض مآب جناب ڈگلس صاحب سی ای آئی ڈپٹی کمشنر سابق دہلی اور حال شملہ اور ان کی مسز کی سعی و جدوجہد سے ہوا تھا۔ صاحب بہادر نے اپنے عہد ڈپٹی کمشنری میں اس شہر کو بڑی رونق دی تھی۔ انھوں نے دہلی میں برقی روشنی کر کے بعض بازاروں میں رات کو دن بنا دیا اور جسمانی آنکھوں کی روشنی کو بڑھا دیا اور دہلی پبلک لائبریری اور ریڈنگ روم بنا کے جہالت کی تاریکی کو دور کر کے دل کی آنکھوں کو روشن کر دیا۔ غرض روحانی و جسمانی روشنی دہلی میں انھوں نے کر دی۔

اس شہر میں اس وسیع عمارت کے بنانے کے لیے کسی وسیع قطعہ زمین کا ملنا دشوار تھا۔ زمین ایسی گراں قیمت تھی، اگر وہ خریدی جاتی تو یہ سارا روپیہ اسی کے خریدنے میں لگ جاتا، کچھ نہ بچتا جو اور کام کیا جاتا۔ اس لیے جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے یہ تجویز کی کہ جامع مسجد کے پہلو میں جو دو قطعہ زمین افتادہ پڑا ہے، اس میں یہ ہسپتال تعمیر ہو۔ اس سے پہلے شاہجہانی دارالبقا جامع مسجد کے ساتھ ہی تھی۔ اس میں طلبہ کی درس و تدریس ہوتی تھی اور اس کے سامنے شاہجہانی دارالشفا بھی نافِ شہر میں تھی۔ غدر کے بعد یہ عمارتیں اس لیے مسمار کی گئی تھیں کہ جامع مسجد کے گرد وسیع میدان ہو۔ بڑی عمارتوں کی خوبصورتی جب تک نمایاں نہیں ہوتی کہ اس کے گرد میدان نہ ہو۔ اس قطعہ میں اس عمارت کی تعمیر شروع ہوئی اور تھوڑے دنوں میں پانچ سات ہزار روپے اس میں صرف ہوئے۔ پھر اس زمین کے موقع پر ایسے اعتراضات ہونے شروع ہوئے کہ وہ بجائے تعمیر ہونے کے مسمار ہونی شروع ہوئی اور جیسا میدان پہلے تھا، ویسا ہو گیا۔ اب اس میں گدڑی

لگتی ہے۔ شام کو اس میں رونق ہوتی ہے۔ اب پھر اس ہسپتال کے لیے نئی زمین کی تلاش ہوئی۔ شہر میں کہیں اس کے لیے کوئی زمین نہیں ملی تھی تو یہ تجویز ہوئی کہ یہ ہسپتال اس میدان میں ایک حصے میں بنایا جائے جو قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان مکانات مسمار کر کے بنایا گیا ہے اور اب وہ پریڈ کا میدان کہلاتا ہے۔ گورنر جنرل کی سفارش سے کمانڈر انچیف نے اس میدان میں سے اس حصے میں ہسپتال بنانے کی اجازت دی جو قلعہ کے محاذات سے بچا ہوا تھا۔ وہ ایسا تنگ تھا کہ ہسپتال کے لیے کافی نہ تھا۔ اس کے بڑھانے کے لیے ہمسایہ کے مکانات اور افتادہ زمینیں خریدی گئیں۔ اور سال گزشتہ میں جناب لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب کی لیڈی صاحبہ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کی بنیاد کا پتھر رکھا۔ اب اس کے بننے کی تیاری ہو رہی ہے۔

یہ عمارت دو شاہجہانی عظیم الشان عمارتوں کے درمیان تعمیر ہوگی جن میں سے ایک جامع مسجد ہے جو اسلامی دنیا کی تمام مساجد میں اپنی حسانت میں سبقت لے گئی ہے۔ اس کے کل حصوں میں وہ تناسب ہے کہ دنیا میں کسی اور مسجد کے اندر نظر نہیں آیا۔ یہ عمارت ایک عبادت خانہ ہے جو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے کہ وہ اس میں پانچوں وقت کی نماز پڑھا کریں۔ قاعدہ یہ ہے کہ معابد کی عمارات کی خوشنمائی اس کے پجاریوں کو اپنی طرف خود بخود لے جاتی ہے اور مذہبوں میں عبادت کی طرف رغبت کرنے کے لیے عبادت خانوں میں آرکیٹیکچر (Architecture) و موسیقی و بت تراشی داخل کی گئی تھی مگر مسلمانوں نے سوائے عمارت کے خوبصورت بنانے کے اور چیزوں کو داخل نہیں کیا۔ ان کی جگہ اپنی ذہانت کو صرف عمارت کی حسانت میں خرچ کیا۔ مسجدیں بڑی خوبصورت بنائیں۔ چنانچہ اسی دلی کی جامع مسجد کی حسانت نے شہر میں ہزاروں آدمیوں کو نمازی بنا رکھا ہے کہ پانچ وقت میں ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں کرتے۔ جمعۃ الوداع کی نماز میں وہ دُور دُور سے اتنے مسلمانوں کو کثرت سے بلاتی ہے کہ اس کے اندر وہ نہیں سماتے۔ اس کے باہر تک نماز پڑھتے ہیں۔ اگر دلی میں یہ جامع مسجد نہ ہوتی تو اور شہروں کی نسبت اس شہر میں نمازی بھی زیادہ نہ ہوتے۔ اس کے نمونے کو دیکھ کر اور بڑی بڑی مسجدیں اکبر آبادی اور زینت المساجد اور فتح پوری کی مسجدیں بنائی گئی ہیں جس کے سبب سے مسلمانوں میں نماز کی پابندی زیادہ ہوگئی ہے۔ دوسری عمارت شاہجہانی قلعہ معلیٰ ہے۔ گو اس میں شاہجہان نے وہ حسانت اور استوائی نہیں رکھی تھی جو قلعہ میں ہونی چاہیے۔ اس لیے اس کو لال حویلی کہتے ہیں مگر اس کے اندر وہ نفیس و لطیف عمارات بنائی تھیں جن کا جواب اس وقت دنیا میں نہ تھا۔ دیوان خاص، دیوان عام، عقب حمام، مثمن برج اور بڑے بڑے محل ایسے ہیں کہ ان پر جو یہ شعر لکھا گیا ہے، اس کے وہ مصداق ہیں۔

؎ اگر فردوس بر روئے زمین است — ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

غدر کے بعد یہ لال حویلی قلعہ ہوگیا ہے۔اس کا حصار استوار کیا گیا ہے۔اس کی زمینوں میں سے توپیں ایسی اپنی آنکھیں دکھا رہی ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کے روبرو کوئی دشمن کھڑا ہے جس کے اوپر وہ دھواں دھوں چھوٹنے والی ہیں۔غرض جب ان دونوں عالیشان عمارتوں کے درمیان یہ ہسپتال بن جائے گا تو یہ معلوم ہوگا کہ خوبصورت ماں باپوں کی گود میں ایک پیاری صورت کا خوش منظر بچہ بیٹھا ہے جو نہ اپنی ماں کی طرح مسلمانوں کی عبادت سے مخصوص ہے، نہ باپ کی طرح ہر روز جان ستانی کی ترکیبوں کے سکھانے کا معلوم ہے بلکہ وہ علی العلوم ان ماؤں کے حق میں مسیحائی کرتا ہے جو بچے کے دکھ درد میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنی فیض رسانی سب ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں کے ساتھ یکساں کرے گا۔ یہ فقط خجستہ آیات، مریم صفات ملکہ معظمہ کی پاک نفسی کی برکت و میمنت ہے کہ اس شہر میں عورتوں کے دکھ درد کے لیے مسیحائی کی جائے گی۔ جب میں اس میدان میں اس فیض رساں عمارت بننے کا خیال کرتا ہوں اور غدر سے پہلے کی باتیں یاد کرتا ہوں کہ کیا اس میں ہوئی، پھر تو ایک عالم حیرت طاری ہوتا ہے۔

اس میدان میں خاص بازار تھا جو اس لیے بنا تھا کہ بادشاہ جب قلعہ سے مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تو اس بازار میں سے جاتے۔اس میں بادشاہ کی سواری خستہ حال تو میں نے بارہا دیکھی ہے مگر تاریخ میں پڑھا ہے کہ اس میں ایسا ہجوم ہوتا تھا کہ آدمی کھچ مچ کے سبب سے پس جاتے تھے۔ یہ بازار بڑا چوڑا تھا۔ گو لمبا فیض بازار اور اردو بازار کے برابر نہ تھا۔ اس کے بیچ میں ایک بڑا مدور خوبصورت چوک تھا۔ پتھر کا فرش تھا۔اب وہ سب مسمار ہوگیا، صرف دو نالیاں اس کی سڑک کی باقی ہیں جو اس کے حال پر نالاں نظر آتی ہیں۔جامع مسجد کی سیڑھیاں اس حکمت سے بنائی گئی ہیں کہ جتنا چلتے ہیں، اس کا قدم اونچا ہوتا ہے۔اتنی وہ اونچی بھی ہیں تا کہ بچہ و بوڑھا بے تکان ایسی اونچی مسجد میں نماز پڑھنے چلا جائے۔ان سیڑھیوں پر بڑے دروازے کے سامنے چبوترے پر سہ پہر کو کبوتر بکتے تھے۔شہزادے دروازے کے طاقچوں میں تکلف کا بستر جما بچھا کے بیٹھتے تھے۔ان کے پھندوں کے خمیروں کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتے تھے۔ کبوتر باز پنجروں میں کبوتروں کے جوڑے ان کے سامنے لاتے تھے اور ان کو بیچ کر ایک ایک کو سو سو کرتے تھے۔ سیڑھیوں پر کتاب فروشوں کی دکانیں لگتی تھیں۔ ان میں قلمی کتابیں بہت بکتی تھیں۔ خوشنویس استادوں کے ہاتھ کے قطعات فروخت ہوتے تھے۔ ہتھیاروں کی بھی دکانیں لگتی تھیں جس میں ٹوٹے پھوٹے سپاہی ان جھوٹے ہتھیاروں کے جوہر دیکھتے تھے۔

سب سے نیچے کی سیڑھیوں پر مہا برہمنوں کی دکانیں مُردوں کے کپڑے بیچنے کی لگتی تھیں۔غریب آدمیوں کو ان مُردوں کا مال سستا ہاتھ لگ جاتا تھا۔ پھر سیڑھیوں پر ہرے بھرے درگاہ کے درمیان ٹٹو، گھوڑے، بکری، بھیڑ، گائے، بیل بکتے تھے۔ چابک سوار اپنی شہسواری کا ہنر یہ دکھاتے تھے کہ ایک مرے ہوئے ٹٹو پر ایسی پٹری وہ جماتے تھے کہ ٹٹو کو اسپ

بادرفتار بنا کے گاہک کو دکھا دیتے تھے اور اس طرح خریدار کو ٹھگ لیتے تھے۔ ان سیڑھیوں کے گرد کے نیچے کے چبوتروں پر بزاز اپنے دکانوں کو بہارِ گلزار سے کم نہیں دکھاتے تھے۔ ان کی دکانوں پر ہر روز دو تین گھنٹے تک ہن برستا تھا۔ دوسرے دروازے کی سیڑھیوں پر مرغے، مرغیاں اور انڈے بکتے تھے۔ نوروز کے دنوں میں سبزوار کی مرغیوں کے انڈے لڑائے جاتے تھے اور لڑانے والے ان میں اپنا ہنر دکھاتے تھے۔ انڈوں کی قطاریں بھی لڑائی جاتی تھیں۔ بڑے دروازے کی سیڑھیوں پر ایک طرف شُہدے جو پہلے زمانے کے بگڑے ہوئے اشراف ہوتے تھے، کعبتیں کھیلتے تھے اور بڑے مزے کی گالیاں دیتے تھے کہ سننے والے ہنسی کے مارے پھڑک جاتے تھے۔ ان کو سرکار کی طرف سے جواء کھیلنے کی اجازت اس سبب سے تھی کہ کبھی کوئی ان میں سے چوری کی علت کرنے پر نہیں ہوا تھا۔ وہ ایسے دیانتدار تھے کہ مسلمان کی براتوں میں جہیز ان ہی کے سپرد کیا جاتا تھا کہ وہ دولہا کے گھر پہنچا دیں جس میں کبھی کوئی غبن نہیں ہوتا تھا۔ بس اب یہ سب باتیں خواب و خیال ہوگئیں مگر اب سب کے عوض میں اہل شہر کے لیے بڑی نعمت عظمٰی یہ ہے کہ اس میدان میں یہ متبرک فیض رساں ہسپتال ہماری مادرِ مہربان کی یادگار بن جائے گا۔

(انتخاب مخزن از محمد اسلم)

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف) دہلی والوں نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ چندہ کس مقصد کے لیے دیا؟

ب) ڈپٹی کمشنر ڈگلس نے دہلی کے لیے کون سی خدمات انجام دیں؟

ج) شاہجہانی دارالشفا کہاں واقع تھا؟

د) جامع مسجد دہلی کی وجہ شہرت کیا ہے؟

ہ) لال حویلی کو لال حویلی کیوں کہتے ہیں؟

و) معابد اور مسجد کی عمارت کی تعمیر میں کیا فرق ہے؟

۲) متن کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں۔

الف) مضمون ''نئی دہلی کی ایک تعمیر'' کے مصنف ہیں۔

(i) سر سید احمد خان (ii) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

(iii) مولوی محمد ذکاء اللہ دہلوی (iv) ڈاکٹر عبادت بریلوی

ب) جامع مسجد دہلی میں سب سے زیادہ نمازی جس موقع پر جمع ہوا کرتے تھے۔

(i) نمازِ فجر (ii) جمعۃ الوداع

(iii) نمازِ ظہر (iv) نمازِ مغرب

ج) اسپتال بنانے کی سفارش کی۔

(i) گورنر جنرل نے (ii) ڈپٹی کمشنر نے

(iii) کمانڈر انچیف نے (iv) سر ڈگلس نے

د) جس میں ہندوستانی عورتوں کو سکھایا جائے:

(i) دایہ گیری (ii) کڑھائی

(iii) سلائی (iv) ڈاکٹری

ہ) وکٹوریہ زنانہ ہسپتال کی تعمیر کی اجازت ملی۔

(i) جامع مسجد کے پہلو میں (ii) دارالبقاء اور دارالشفاء کے درمیان

(iii) قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان (iv) لال حویلی کے سامنے

۳) متن کی روشنی میں درست کی نشاندہی علامت (✓) سے اور غلط کی علامت (✗) سے کریں۔

الف) معابد کی عمارات کی خوشنمائی اس کے پجاریوں کے لیے کشش نہیں رکھتی ہے۔

ب) بڑی عمارتوں کی خوبصورتی اس وقت نمایاں نہیں ہوتی جب تک اس کے گرد میدان نہ ہو۔

ج) وکٹوریہ زنانہ ہوسپٹل کا سنگ بنیاد لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے رکھا۔

د) غدر کے بعد لال حویلی قلعہ میں تبدیل ہوئی۔

ہ) وکٹوریہ زنانہ ہوسپٹل کی تعمیر اس مقام پر ہوئی جہاں سب سے پہلے اس کی نشاندہی کی گئی تھی۔

۴) متن کی روشنی میں خالی جگہ پُر کریں۔

الف) اگر فردوس بر روئے .... ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است۔

ب) زنانہ وکٹوریہ ہوسپٹل کی تعمیر کا مقصد ہندوستانی عورتوں کو .... کا ہنر سکھانا تھا۔

ج) ہسپتال کے لیے ناکافی جگہ ہونے کی وجہ سے .... زمین خریدی گئی۔

د)   لال قلعے کو پہلے .... کہتے تھے۔

ہ)   دہلی میں بہت سے ترقیاتی کام کروانے والے ڈپٹی کمشنر کا نام........... تھا۔

۵)   سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح کریں۔

اس شہر میں اس وسیع عمارت بنانے .... وہ پریڈ کا میدان کہلاتا ہے۔

۶)   ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

قطعہ زمین۔ اُفتادہ۔ نافِ شہر۔ سبقت لے جانا۔ استوائی۔ عالم حیرت طاری ہونا۔ بادرفتار

۷)   مصنف جب غدر سے پہلے کی باتیں یاد کرتا ہے تو اس پر عالم حیرت کیوں طاری ہوتا ہے؟

۸)   محمد ذکاء اللہ کے طرز تحریر کی چیدہ چیدہ خصوصیات بتائیں۔

سرگرمیاں

۱)   اساتذہ کرام کمرہ جماعت میں طلبہ کو ایک طویل مضمون/کہانی سنائیں اور پھر مختلف طلباء سے اسے تسلسل کے ساتھ دُہرائیں۔

۲)   اساتذہ کرام طلبہ سے مذکورہ مضمون کا مرکزی خیال/اہم نکات، کردار، واقعات کی تشریح استحسانی انداز میں لکھوائیں۔

۳)   اساتذہ طلبہ کو اسلوب نثر سے متعلق معلومات دیں۔

اشاراتِ تدریس

۱)   طلبہ کو اُردو میں مولوی ذکاء اللہ کے مقام پر ایک سیر حاصل لیکچر دیں۔

۲)   طلبہ کو مولوی ذکاء اللہ کا طرزِ تحریر بتائیں۔

۳)   طلبہ کو مضمون میں موجود مختلف تراکیب اور ان کے استعمال سے آگاہ کریں۔